عالم بشریت کی عظیم الشان خاتون

حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا)

از: ڈاکٹر اختر مہدی

خداوند عالم اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے ایک مرد اور ایک عورت سے انسانی دنیا کی تخلیق کی ہے! اس الٰہی ارشاد کی روشنی میں صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خالق کائنات نے مرد کو عورت کا مخالف اور عورت کو مرد کا مخالف بنا کر نہیں بھیجا ہے بلکہ ان دونوں کی قربت و محبت کو انسانی برادری کی بقا کا ضامن قرار دیا ہے اور مذہب اسلام شروع ہی سے اس فلسفۂ وجود کی علمبرداری کرتا چلا آرہا ہے اور خداوند عالم کے اس پسندیدہ ترین دین نے عورت کی عظمت کی وکالت کا مقدس فریضہ اس وقت بھی انجام دیا ہے جب دیگر مذاہب کے لوگ خداوند عالم کی اس حیرت انگیز مخلوق کو محض وسیلۂ گناہ تصور کرتے تھے اور اس سے دوری وعلحدگی اختیار کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے، اس کو ذلت ورسوائی کا وسیلہ قرار دیتے تھے اور آخر کار اس کو زندہ درگور کردیا کرتے تھے۔ چنانچہ عربی زبان میں مذہب اسلام سے قبل کا جو ادبی شاہکار موجود ہے اس میں عورت کو زندہ دفن کردینے کی بات بڑے فخر کے ساتھ کہی گئی ہے۔ اسلام نے نہ صرف یہ کہ عورت کو ذلت ورسوائی اور نیستی ونابودی کے گڑھے سے باہر نکالا بلکہ صحیح مقام ومرتبہ کی طرف اس کی رہنمائی بھی کی۔ سماج میں رائج اخلاقی مفاسد سے خواتین کو پوری طرح باخبر

کیاانہیں احساس کمتری کے بھنور سے باہر نکالتے ہوئے اس حقیقت کی طرف متوجہ کیاکہ مردوں کی طرح عورتیں بھی خدا کی عظیم مخلوق ہیں بلکہ مرد اپنے وجود کیلئے عورتوں کا محتاج ہوا کرتا ہے اور بعد کی منزلوں میں عورت کی عظمت وشرافت کی حفاظت مرد کا بنیادی فریضہ ہوجاتا ہے۔الٰہی قوانین کے سایہ میں ان دونوں کی قربت ومحبت انسانی نسل کی بقاوافزائش کاذریعہ ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی ذرہ برابر اخلاقی لغزش پیدا ہوئی تو انسانیت تباہی کے غار میں لڑھک جائے گی، اخلاقی مفاسد کو انسانی محاسن کانام دے دیا جائے گا اور تہذیبی عریانیت وبرہنگی ہی اصل انسانی تہذیب کا رنگ وروپ اختیار کرلیگی۔

موجودہ زمانے میں صورت حال کچھ ایسی ہی ہے۔ موجودہ عالمی انسانی معاشرہ میں عریانیت وبرہنگی پر مبنی مغربی تہذیب وتمدن کا غلبہ ہے۔ تعلیم آزادی اور انسانی حقوق کے نام پر عورت کو نئے نئے فریب کاشکار بنایاجارہاہے۔مسلسل ثقافتی حملات کے نتیجے میں آج مسلمان خواتین تین حصوں میں تقسیم ہوچکی ہیں۔ایک جماعت توان خواتین کی ہے جواپنے قدیم اور روایتی انداز وطرز حیات پر ثابت قدم ہیں۔دوسری جماعت ان مسلم خواتین کی ہے جنہوں نے پوری طرح مغربی تہذیب وتمدن اختیار کرلیاہے اور تیسری قسم ان خواتین کی ہے جو قدیم اور موروثی روایات کی متحمل نہیں ہیں لیکن مغربی تہذیب کے ماحول میں انہیں گھٹن محسوس ہوتی ہے اور ان کی سمجھ میں یہ نہیں آتاکہ آخر کیاکریں؟ انہیں ایک ایسے نمونے کی تلاش ہے جس کی زندگی کو وہ لائحہ عمل بناسکیں۔ خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کی ذات کو قیامت تک کے لئے اسوۂ حسنہ ۲ قرار دیاہے۔پس خواتین کے لئے جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ (س) کی زندگی سے بہتر نمونہ کہاں دستیاب ہوسکتاہے

جن کی زندگی کا ہر شعبہ ایک مکمل درس کی حیثیت رکھتا ہے۔

جی ہاں! حضرت فاطمہ (س) نے بیٹی، بیوی اور ماں کی حیثیت سے صرف مسلمان خاتون ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی خواتین کو جو درس دیا ہے اس کی پیروی کے ذریعہ انسانیت یقیناً معراج حاصل کر سکتی ہے اور آج دنیائے بشریت جن مسائل سے دوچار ہے ان مسائل کو ہمیشہ کے لئے نابود کیا جا سکتا ہے۔

پس ہم اس مختصر مگر مقدس گھر کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو ایسی عظیم مسجد کے قریب واقع ہے جس کو اسلام کی پہلی مضبوط چھاونی اور مرکز وحی و رسالت و حمایت و تربیت کا درجہ حاصل رہا ہے۔ جی ہاں! فقط اسی گھر کو یہ امتیازی حیثیت حاصل تھی کہ اس کا دروازہ مسجد نبوی کے اندر کی طرف کھلے! کیونکہ یہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا گھر ہے۔ یہی وہ گھر ہے جو پیغمبر اکرمؐ اور ان کے وصی حضرت علی بن ابی طالبؑ کی پناہ گاہ ہے۔ پیغمبرؐ جب گھر سے کسی جنگ یا سفر کے لئے نکلتے ہیں یا کسی جنگ یا سفر سے واپس آتے ہیں تو وہ اپنی پارہ جگر فاطمہ سے ملاقات یا خدا حافظی کے لئے اس گھر میں ضرور آتے ہیں۔ فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ کیا یہ خاتون اس مسجد کی محافظ و مالک ہیں؟ کیا یہ گھر جنگ اور جھگڑے کے زمانے میں ایک پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے؟ کیا یہ کسی ایسے دولتمند کا گھر ہے جو مسجد کے جملہ اخراجات پورا کرتا ہے؟ کیا یہ امام جماعت کا گھر ہے؟ جی ہاں! ایک دنیادار دولت مند کے علاوہ اس گھر کے مالک میں جملہ صفات بدرجہ اتم موجود ہیں کیونکہ تمام اہل مسجد اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اس گھر کے مالک نے کبھی بھی دنیوی مال و دولت اور شان و شوکت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی ہے اور یہ دولت ان لوگوں کے کام کی نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس قرآن کریم نے ان لوگوں کے تین روزہ

کی داستان ضرور نقل کی ہے کہ یہ لوگ افطار اور سحر کئے بغیر تین روز تک لگا تار روزہ رکھتے ہیں اور افطار کا سامان ضرورت مند فقیر و مسکین کے سپرد کر دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس ایثار و کار خیر کا مقصد بھی دنیوی شہرت و مقبولیت حاصل کرنا نہیں بلکہ خداوند عالم کی خوشنودی حاصل کرنا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”انما نطعمكم لوجه الله لانريد منكم جزاء ولاشكورا“ (سورہ انسان) غور طلب بات ہے کہ اس گھر کے لوگ بھوک و پیاس کی شدت کے باوجود تین روز تک مسلسل روزہ رکھتے ہیں اور اس کے بدلے کسی اجر و پاداش یا شکریہ کی بھی تمنا نہیں کرتے کیونکہ ان کا یہ عمل خدا کے لئے کئے جانے والے کام کا نمونہ ہے۔

پس اس گھرانے کی یاد تازہ رکھنا ایک بہترین نمونہ ہے اور سورہ نور کی آیات کے بعد دیگری اسی گھر کی توصیف میں نازل ہوئی ہیں اور اس گھر کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے اور خداوند عالم نے اسے خصوصی عظمت و سربلندی عطا کی ہے اور یہ عظمت و سربلندی مادی نوعیت کی حامل نہیں ہے بلکہ اس گھر والوں کو قرآن جیسی عظمت و بزرگی حاصل ہے کیونکہ قرآن اور اس گھر کی محور یعنی فاطمہ دونوں ہی خداوند عالم کا مخصوص عطیہ ہیں چنانچہ قرآن مجید کے سلسلے میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ ” ولقد آتيناك سبعا من المثاني والقرآن الحكيم ۔“ (سورہ حجر آیت ۸۷) اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے ”انا عطيناك الكوثر ۔“ (سورہ کوثر آیت ۱) دلچسپ بات یہ ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر کو جو دیگر تحفے عطا کئے گئے ہیں ان کا قرآن مجید میں اس اہمیت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو مذکورہ دونوں کلمات کے درمیان لفظ اعطاء کی اہمیت روز روشن کی طرح واضح اور نمایاں ہے۔

قطرہ ھای بحر را نتوان شمرد
ھفت دریا پیش آن بحر ست خرد

پیغمبر اکرمؐ اس گرانقدر عطیہ خداوندی یعنی حضرت فاطمہ (س) کو "ام ابیہا" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے جس کا مطلب ہے اپنے باپ کی ماں جس کا مقصد محض حضرت آمنہ کی مادرانہ شفقت و محبت کی یاد تازہ کرنا ہی نہیں ہے کیونکہ ان کے انتقال کے وقت پیغمبر کی عمر صرف دو سال تھی۔ اس لقب کا مقصد اس محبت پدری کا اظہار و اعلان بھی نہیں ہے جو عموماً ہر باپ کو اپنی بیٹی سے ہوا کرتا ہے۔ نہیں، نہیں! یہ محض خدیجہ کی اکلوتی یادگار سے پیار و محبت کا اظہار ہرگز نہیں ہے کیونکہ پیغمبر تو پوری کائنات سے برتر و افضل ہیں اور ان کا انداز فکر عام مادی انسانوں جیسا نہیں ہے بلکہ ان کی زبان سے حافظ کہتے ہیں۔

من کہ ملول گشتمی از نفس فرشتگان
قیل ومقال عالمی می کشم از برای تو

واضح رہے کہ پیغمبر کی دنیا اور پیغمبر کا عشق تو ذات خداوندی ہے اور پیغمبر وہی چاہتا ہے جو خدا چاہتا ہے اور خداوند عالم نے پیغمبر کو چاہا ہے۔ دونوں کے درمیان عاشق و معشوق کا رابطہ ہے اور اسی حقیقت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے خداوند عالم نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے۔ " لولاك لما خلقت الافلاك" اور نامور فارسی شاعر مولوی روم نے خداوند عالم اور پیغمبر اکرم کے درمیان عاشقانہ روابط پر مشتمل حدیث قدسی کی تفسیر اس انداز میں پیش کی ہے۔

عشق چو شد بحر را مانند ریگ
عشق ساید کوہ را مانند ریگ

عشق بشکافد فلک را صد شکاف
عشق لرزاند زمین را از گزاف
با محمدؐ بود عشق پاک جفت
بہر عشق او را خدا لولاک گفت
منتہی در عشق چون او بود فرد
پس مر او را زانبیاء تخصیص کرد
گر نبودی بہر عشق پاک را
کی وجودی دادمی افلاک را

پس حضرت فاطمہ زہرا (س) کی ذات میں ایسا کون سا راز پوشیدہ تھا جس کی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ نے انہیں "اپنے باپ کی ماں" کے لقب سے یاد فرمایا ہے؟

غور طلب بات ہے کہ دور جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا اور بیٹی باپ کیلئے ذلت و رسوائی کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ ایسے سماجی ماحول میں پیغمبر نے اپنی بیٹی کا غیر معمولی احترام کر کے اس دور کے جاہلانہ و ظالمانہ سماجی نظام کی اعلانیہ مخالفت کی تھی۔

اگر چہ یہ تفسیر پیغمبر کے پیغام کو زیادہ بہتر ڈھنگ سے سمجھنے میں مدد ضرور کرتی ہے اور اس کی مدد سے پیغمبر کی ذاتی اور جذباتی خصوصیتوں کی جھلک بھی سامنے آجاتی ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر دور جاہلیت کی خرافات باتوں کے خلاف نبرد آزمائی کا اٹل ارادہ رکھتے تھے لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ تفسیر سطحی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کے مطابق حضرت فاطمہ کی حیثیت دور جاہلیت کی عام عورتوں کے برابر ہو جاتی ہے اور بیٹی سے پیغمبر کی غیر معمولی محبت دور جاہلیت کی سماجی خرابیوں اور بد عنوانیوں کے خلاف

ان کی مثالی جدو جہد کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ پس اگر اس عبادت کا مقصد نہ سماجی تعلق ہے اور نہ ذاتی رابطہ تو غور طلب امر ہے کہ آخر اس کا مقصد کیا ہے؟

جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جاچکا ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے پیغمبر کی محبت کے صدقے میں ہی اس کائنات کو زیور وجود سے آراستہ کیا ہے اور محمدؐ کی ہستی ایک خدائی ہستی تھی اور ان کا وجود مبارک عشق خداوندی کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا اگر وہ کسی کو دوست رکھتے تھے تو محض خدا کے لئے اور اگر کسی سے دشمنی رکھتے تھے تو اس کی کسوٹی بھی ذات خداوندی تھی۔ پس اگر وہ حضرت فاطمہؑ سے محبت کرتے تھے اور انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے تو وہ بھی خدا کے لئے کیونکہ فاطمہؑ پیغمبر کو عطا کئے جانے والے دو عظیم تحفوں میں سے ایک تھیں اور ان کی عظمت و منزلت کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسالت نبوی کا پشتوانہ اور بنیاد تھیں اور اسی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ ان کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ اس غیر معمولی عظمت کی کوئی دوسری وجہ نہیں تھی۔

اس بات کی مزید و مکمل وضاحت کے لئے تاریخ اسلام کا سرسری جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اقتصادی ناکہ بندی کے دوران شعب ابی طالب میں ہر ممکن مصائب و آلام کے باوجود فاطمہ صبر و وفا، شرف و وقار اور فراست و دانائی کا مجسمہ اور پیغمبرؐ و علیؑ کی زندگی کا محور و مرکز نظر آتی ہیں۔ فاطمہؑ کا چہرہ دیکھتے ہی دونوں کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ جنگ کے دوران زخمی ہونے کے بعد یہ دونوں فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور فاطمہ انتہائی جرأت و ہمت کے ساتھ ایک ماہر معالج کی حیثیت سے اپنی جان سے زیادہ عزیز زخمیوں کا باقاعدہ علاج کرتی ہیں اور اپنی زبان پر شکوہ و شکایت نہیں لاتی ہیں۔

انہوں نے اپنے دامن تربیت میں ایسے بچوں کو پروان چڑھایا جو کمسنی کے زمانے میں بھی معلم تقویٰ وپرہیز گاری اور محافظ اصول واحکام شریعت تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بچوں کی تربیت وپرورش کے ساتھ ہی وہ گھریلو کام کاج میں اپنی کنیز فضہ کا ہاتھ بھی بٹاتی ہیں۔

ان کی اولاد نے مذہب اسلام کی ڈٹ کر حفاظت کی اور اپنی جان نچھاور کردی مگر زینب (س) انقلاب حسینی کی پیغامبر اور اپنی ماں کی طرح صبر واستقامت کا پیکر اور عورتوں کی عظمت کی محافظ ہیں۔

فاطمہ 'ام الائمہ یعنی اماموں کی ماں ہیں۔ پس ان عظیم صفات کی حامل خاتون حضرت فاطمہ فقط اماموں کی ماں ہی نہیں بلکہ پیغمبر کی ماں بھی ہیں۔ یعنی پیغمبر اسلام اور باپ کی ماں کا مطلب ہے مادر اسلام کیونکہ اسلام اور پیغمبر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

دیکھئے! ظاہری اعتبار سے ایک جزباتی یا سماجی جملہ کس طرح سے ایک دوسرا معنی ومفہوم حاصل کرلیتا ہے اور کس طرح اپنے اندر ایک دنیا پوشیدہ رکھتا ہے یہ جملہ دیکھنے میں نہایت مختصر ہے لیکن اس کی جامعیت کا عالم یہ ہے کہ اس میں ماضی ومستقبل کی اطلاعات کا بیش قیمت خزانہ چھپا ہوا ہے اور ہر سال ان کی سالگرہ ولادت کے موقع ہر ہم ان کی یادوں کو تازہ کرلیتے ہیں اور ان کے فرزند عزیز امام حجت حضرت مہدی آخر الزماں کی خدمت میں پر خلوص مبارکباد پیش کرنے کا شرف حاصل کرلیتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ صاحب عظمت وکامیاب مرد کے ساتھ اس سے زیادہ عظیم وکامیاب خاتون ہوا کرتی ہے یعنی اگر کسی مرد نے عظمت وبزرگی حاصل کرلی ہو تو یہ فطری طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی عظمت وکامیابی میں اس سے زیادہ عظیم وکامیاب خاتون کا

ہاتھ ہے۔ یہ کسی معصوم کا قول نہیں ہے اور نہ ہی اس کو ثابت کرنے کے لئے دلائل وشواہد پیش کرنے کی چنداں ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن یہ بات حقیقت سے عاری اور دور نہیں ہے پھر بھی اس سلسلے میں بیشمار استثنائی واقعات موجود ہیں اور حضرت نوح کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جو ایک ایسی عورت کے چنگل میں گرفتار ہوئے جو قدر ناشناس تھی اور دوسری طرف فرعون کی مثال ہماری نگاہوں کے سامنے ہے جس کی زوجہ ایک عظیم خاتون تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مریم کے ساتھ، حضرت موسیٰ اپنی ماں اور حضرت شعیب کی بیٹی اپنی زوجہ جیسی خواتین کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ ھاجرہ کے ساتھ، محمدؐ و علیؑ حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ (س) کے ساتھ اور حضرت ابوالفضل وان کے بھائی حضرت ام البنین کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں اور پیغمبر وائمہ معصومین کے بعد جو عظیم وکامیاب شخصیت دکھائی دیتی ہے اس کی کامیابی میں اس کی ماں یا اس کی زوجہ کی کوشش ضرور کارفرما ہوتی ہے جس کی بدولت اس کو یہ مقام ومرتبہ حاصل ہوتا ہے امام خمینیؒ کا ارشاد ہے۔

"مرد کو عورت کے دامن سے معراج حاصل ہوتی ہے۔" اور یہ بات اس روایات کی بنیاد پر مستند ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے۔" الجنة تحت اقدام امهاتكم۔" یعنی ماں کے پیر کے نیچے بہشت ہے۔

وہ جو یاایھا المزمل میں مزل کے ساتھ اور یا ایھا المدثر میں مدثر کے ساتھ ہیں اور نزول وحی کے موقع پر ہونے والی لرزش کو پیغمبر کے لئے آسان کردیتی ہیں وہ حضرت خدیجہ ہیں اور ان کے بعد ان کی بیٹی حضرت فاطمہ کی ذات گرامی ہے اور اسی طرح

کوہ طور پر خداوند عالم کے خطاب کے دوران حضرت موسیٰ پر طاری خوف وہراس کو دور کرنے والی ان کی زوجہ ہیں جو حضرت شعیبؑ کی بیٹی تھیں۔اسی طرح یہ صفا ومروہ کے درمیان حضرت ہاجرہ کی سعی وکوشش ہے جو حضرت ابراہیم کی رسالت کی تکمیل کرتی ہے اوراس سعی و کوشش کی اہمیت کااندازہ اس طرح کیاجاسکتاہے کہ سعی کے بغیرحج نہیں ہے اوراسی طرح اگر طواف نساءنہ کیاجائے توحج کے تمام ارکان پورے نہیں ہوسکتے۔

افسوس کی بات ہے کہ اسلامی معارف ناشناختہ رہ گئے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان ایسے غلط عقائد کے سلسلے میں جن عام خیالات کااظہار کیاجاتاہے وہ بالکل بے بنیاد ہیں اوران کااسلام سے کوئی سروکار نہیں ہےاور حقیقت یہ ہے کہ عورت کی عظمت وبزرگی میں کمی کامطلب انسان کی عظمت ومنزلت میں کمی ہے۔

حافظ کہتے ہیں۔

یارب آن زاہد خود بین کہ بجز عیب ندید
دود آہش در آئینہ ادراک انداز

تاریخ اسلام میں روایات اور حکایات کے درمیان تناقص وابہام کی کثرت دکھائی دیتی ہے۔مرد کی تاریخی محوری ومرکزیت نے مردوں کی تاریخ لکھی ہے۔اس تاریخ نے تعلیم وتربیت کوفقط مردوں کاخاصہ قراردیاہے۔سماج اورسماجی نظامت کوفقط مردوں کے لئے مخصوص قراردیاہے جبکہ ہر عقل سلیم مختصر سی توجہ کے ذریعہ اس نتیجے پرپہونچ جاتی ہے کہ اس تاریخ میں جس سماج کی طرف اشارہ کیاگیاہے وہ عورتوں سے خالی نہیں رہانیز مٹھی بھرایمان لانے والے لوگوں کے درمیان بھی اسلام کی تبلیغ واشاعت کامیدان فقط مردوں کی جولانگاہ نہیں رہابلکہ اس سلسلے میں خواتین نے بھی نمایاں کردار اداکیاہے۔یہ

لوگ اس زمانے کی عورت کو غلام تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس زمانے کا انسانی معاشرہ ایسی عورتوں سے خالی تھا جو معاشرہ میں نمایاں اور اثر انداز حیثیت کی حامل تھیں۔ جب یہ لوگ تجارت اور مال اندوزی کے لئے کوئی سند پیش کرنا چاہتے ہیں تو حضرت خدیجہ کی مثال پیش کرتے ہیں اور جب یہ لوگ اپنی ظالمانہ راہ و روش کے بموجب عورت کا بدنما چہرہ دکھانا چاہتے ہیں تو ان میں اتنی جرأت نہیں ہو پاتی کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے چہرہ کو مخدوش کر سکیں۔

کیا یہ تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ خدیجہ و پیغمبر کی بیٹی حضرت فاطمہ، جس کی قرآن نے مدح سرائی کی ہے۔ نعوذ باللہ ایک نادان، کم عقل اور اس معاشرہ میں کوئی اثر و رسوخ نہ رکھنے والی خاتون رہی ہیں؟!

در حقیقت خواتین کے لئے اسلامی اصول و احکام اور تعلیم و تربیت کا محور و مرکز فاطمہؑ رہی ہیں، اماموں کی تربیت کی بنیاد مصحف فاطمہ یا کتاب فاطمہ رہی ہے اور اس معاشرہ کی نظامت کی ذمہ داری حضرت فاطمہؑ کے کندھوں پر ہی رہی ہے جس میں مرد اکثر جنگ و جدال میں مشغول رہے ہیں۔ فاطمہؑ ایک عام بیٹی یا عام بیوی کی طرح نہیں رہیں بلکہ تاریخ نے ان کی ایک تقریر کو اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا ہے اور خدا بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے اس قسم کی دوسری تقریریں بھی کی ہیں۔ مردوں نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ (س) شکل و صورت اور طرز خطابت میں بالکل رسول اللہؐ سے مشابہ رہی ہیں۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ گھر کی چہار دیواری کے اندر مقید ہمہ وقت امور خانہ داری میں لگی رہنے والی خاتون حضرت فاطمہ اپنی ایسی تصویر پیش کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ فاطمہ پر ظلم و مظالم کا سلسلہ محض اسی دور تک محدود نہیں رہا بلکہ وہ آج بھی جاری ہے۔ اس

دور کی تاریخ کے چہرے کے پیچھے ایسی کونسی طاقت رہی ہے جس نے اسلام کی اساس کو اس قدر مخدوش کردیاہے کہ دوستداران حضرت فاطمہ بھی یہ سمجھنے لگے ہیں کہ فاطمہ فقط ایک ستم رسیدہ، مظلوم، بی سواد اور انسانی معاشرہ میں کوئی اثرورسوخ نہ رکھنے والی خاتون رہی ہیں۔

وہ فاطمہ جو اسلام کی ماں، خواتین مدینہ کی تربیت و نظامت کا مرکز اور ایک عالمہ غیر معلّمہ تھیں جن کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ حامل وحی مستقیم ہیں لیکن مسلمان عورت کے روپ میں ان کی عظمت کو اس حد تک گھٹایا گیا کہ آج ان کے بارے میں لکھتے وقت ہر آدمی بیجا تکلف کا مظاہرہ کرتا ہے ان کی شخصیت حقیقت پر مبنی ہے اور اگر یہ حقیقت پر مبنی نہ ہوتی تو قرآن ایک بیٹی کو اس قدر باعظمت قرار نہ دیتا۔

اگر خداوند عالم چاہتا تو پیغمبر اسلام کو ایک نہیں بلکہ دس بیٹے عطا کردیتا لیکن وہ پیغمبر کی محض ایک بیٹی کو ہی باقی رکھتا ہے اور اسی بیٹی سے پیغمبر کی نسل باقی رہتی ہے۔ کیا یہ بات عورتوں کی عظمت واہمیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیا سورۂ نور جس کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے جو عورتوں کے بارے میں ہیں پھر آیۂ نور کا ذکر آتا ہے، نور محمدی کے بارے میں نہیں ہے کیا سورۂ نور کو فقط علم ودانائی کی تاویلات کے دائرہ میں ہی محدود کردینا چاہئے اور سورۂ نور کے ذیل میں جن باتوں کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے انہیں فراموش کردینا چاہئے؟

اگر چاہتے ہیں کہ ہمارا شمار اہلبیت بالخصوص فاطمہ پر ظلم ڈھانے والے گروہ میں نہ ہو تو پہلی فرصت میں ہم لوگوں کو چاہئے کہ ہم عورت کو سطحی نگاہ سے دیکھنا چھوڑدیں اور عورتوں کے سلسلے میں مقبول اسلامی احکام کا بغور مطالعہ کریں تاکہ ہم لوگوں کو عورت اور

اس کی عظمت کی صحیح شناخت ہو سکے اور ہم اس حقیقت سے باخبر ہو سکیں کہ انسانیت اسلام کی روح و بنیاد ہے اور اسلام نے عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے اور ایمان و تقویٰ دونوں کے لئے مساوی ہے اور اسی طرح دونوں کی انفرادی اور اجتماعی تاثیر گزاری بھی بالکل واضح ہے۔ دونوں میں سے ایک کا امتیاز دوسرے کے امتیاز کی تکمیل کرتا ہے۔ جہالت اور فریب اس وقت دکھائی دیتا ہے جب عورت کو مرد کی مرکزیت کی طرف کھینچا جائے اور یہ سوال کیا جائے کہ عورت و مرد برابر ہیں یا نہیں؟

آخر وہ مرد کون ہے کہ عورت اس کے برابر حقوق کی خواہش کرے؟ انسانی حقوق کو مستقبل اور آئندہ کی تعمیر و تشکیل کے سلسلے میں مد نظر قرار دینا چاہئے نہ یہ کہ حقوق کو مساوی قرار دینے کی بات کی جائے۔ مرد نے آغازِ آفرینش میں زندگی کا حق عورت سے حاصل کیا لیکن ابتدائی مرحلہ میں ہی اس کی عظمت میں کمی واقع کر دی اور مرد کو انسانیت کا محور و مرکز بنادیا۔

☆☆☆☆

حوالے:

۱۔ سورہ حجرات آیت ۱۳

۲۔ سورہ سورہ احزاب آیت ۲۱